مجسموں کا مسئلہ

ایک سیر حاصل بحث

مولانا عبد العلیم اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ الاقصی



مجسّموں کا مسئلہ

ایک سیر حاصل بحث

(۲۰۰۱ء)



مولانا عبدالعلیم اصلاحیؒ

مجسّموں کا مسئلہ



افغانستان میں طالبان نے قدیم مجسّموں کو توڑنے کا جس دن سے آغاز کیا اسی دن سے پوری دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ حتیٰ کہ ہندوستان جہاں سے بدھسٹوں کو ملک بدر کیا گیا اور ان کی بے شمار عبادت گاہوں کو ختم کیا گیا وہاں کے لوگ بھی چیخ و پکار میں کسی سے کم نہیں تھے۔ بلکہ اس لحاظ سے آگے ہی تھے کہ سیکولر اسٹیٹ ہونے کے باوجود مذہبی حیثیت رکھنے والے مجسموں کو اپنے خرچ پر ہندوستان منتقل کرنے کی انہوں نے پیش کش کی۔ نہیں معلوم کہ سیکولر لوگوں کے لئے یہ پیش کش کیونکر زیب دیتی ہے۔ ہندوستانی لوگوں میں مسلم اور غیر مسلم سیاستدانوں نے اپنی اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر واویلا مچانے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کی۔ جہاں تک سیاسی میدان میں اچھل کود کرنے والے لوگ ہیں ان کی جانب سے مجسموں کے انہدام کی مذمت کوئی غیر متوقع بات نہیں ہوسکتی تھی لیکن تعجب ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کا تعلق یا تو درس وتدریس سے ہے یا دعوت وتبلیغ سے ہے مجسموں کے انہدام کی مذمت مذہبی اصطلاحوں میں کرنے لگے اور شرعی دلائل دینے کے انداز میں مختلف چیزیں پیش کرنے لگے جو اس لئے بڑی اہم ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین میں کوئی بھی چیز متفق علیہ نہیں رہ گئی حتیٰ کہ بتوں سے متعلق اسلامی نظریہ اور عقیدہ بھی کوئی متعین اور معلوم چیز نہ رہا اور نہ اس پر اتفاق ہے۔ حالانکہ قرآن میں بتوں کی گندگی سے بچنے کا صریح حکم موجود ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (الحج:۳۰) ...... ترجمہ: پس بتوں کی گندگی سے بچو۔

اس پر ایک فاضل مفسر نوٹ لکھتے ہیں یعنی بتوں کی پرستش سے اس طرح بچو جیسے غلاظت سے آدمی گھن کھاتا ہے اور دور ہٹتا ہے گویا کہ وہ نجاست سے بھرے ہوئے ہیں اور قریب آتے ہی آدمی ان سے نجس اور پلید ہوجائے گا۔

بتوں کی گندگی سے بچنے کی اس مثبت بات کے ساتھ منفی بات کو ملا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ بت اور بت پرستی کے سلسلہ میں کس قدر احتیاط مطلوب ہے اور یہاں کس طرح بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (ھود: ۱۱۳)

ترجمہ: یعنی ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی وسرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔

پھر دوسری بات جو سامنے آتی ہے کہ شرعی دلیل اور بنیاد بھی کوئی اپنی حقیقت نہیں رکھتی۔

بت پرستی، بت فروشی اور بت گری کا حرام ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر دلیل لانے کی ضرورت ہو۔ حتی کہ پرستش کے لئے نہیں کسی دوسرے مقصد کے لئے پتھر یا مٹی کا مجسمہ بنانا اور اس کو قابل تعظیم سمجھنا یہ سب چیزیں ایک مسلمان کے نزدیک عقیدۂ توحید کے منافی سمجھی جاتی رہی ہیں۔ لیکن مجسمے کے مسئلہ پر جو مذمتی بیانات آئے ہیں ان سے یہ سارے تصورات مشتبہ ہو گئے ہیں۔ شرعی دلائل میں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کا ہونا ایک معلوم اور مسلم حقیقت ہے۔ لیکن مجسموں کو منہدم کرنے کی مذمت کرنے والے لوگوں میں سے کسی نے بھی نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کی نہ کوئی حدیث پیش کی نہ اجماع اور قیاس صحیح سے کوئی استدلال کیا۔ بس مصلحتوں اور کچھ یہاں وہاں کے واقعات کے ذکر سے آگے بات نہیں بڑھی۔ اس مسئلہ پر سادہ طریقہ سے بھی سوچا جائے کہ مجسموں کا منہدم کرنا آخر کیوں قابل مذمت اور غیر اسلامی فعل ہے؟ اگر مجسمے بنانا اور ان کا رکھنا فرض ہوتا یا واجب ہوتا یا سنت موکدہ ہوتا تو یقیناً ان کو منہدم کرنا اور ان کی بے حرمتی کرنا غیر اسلامی اور قابل مذمت ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر مجسموں کو بنانا اور ان کو رکھنا ایک مسلمان کے لئے جائز بھی ہوتا تو بھی اس کے توڑنے کو غیر اسلامی اور قابل مذمت نہیں کہا جاسکتا تھا۔ شریعت میں جن چیزوں سے روکا گیا ہے یعنی منہی عنہ فعل کرنا قابل مذمت ہے اور غیر اسلامی ہے لیکن جو چیز صرف جائز ہو اس کے کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا نہ اس کے کرنے پر مذمت کی جاسکتی ہے اور نہ نہ کرنے پر۔ بالفرض کچھ لوگ مجسموں کو بنانا اور رکھنا جائز بھی سمجھتے ہوں تو ان کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ کسی توڑنے والے کی مذمت کریں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی بالکل الٹا ہے حقیقت یہ ہے کہ مجسمہ بنانا اور رکھنا شرعی لحاظ سے غیر اسلامی اور قابل مذمت ہے۔ مجسمے بنانے کی اجازت نہ قرآن سے ثابت کی جاسکتی ہے اور نہ حدیث سے اور نہ انبیائی تاریخ سے۔ بالخصوص نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے۔ اس کے برخلاف بت شکنی اور مجسموں کا انہدام انبیاء علیہم السلام کی زندگی سے وہ شخص بھی ثابت کرسکتا ہے جو صرف دور سے انبیاء علیہم السلام

کے واقعات کبھی کبھار سنتا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کون مسلمان ہے جس نے یہ واقعہ نہ سنا ہو اس کا ذکر قرآن کی سورہ انبیاء (آیت ۵۸) میں صاف طریقہ سے موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ چال چلوں گا تمہارے ہٹ جانے کے بعد۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سب کو، بڑے بت کے سوا تا کہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ. (الانبیاء: ۵۷، ۵۸)

''اس کی طرف رجوع کریں'' ۔ ایک مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا منشا اس کارروائی سے یہ تھا کہ اپنے بتوں کا یہ حال دیکھ کر شاید ان کا ذہن میری طرف منتقل ہوگا اور یہ مجھ سے پوچھیں گے تو مجھ کو پھر ان سے صاف صاف گفتگو کرنے کا موقع مل جائے گا۔

قرآن کی ایک اور سورت سورۃ الممتحنہ کے شروع میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں اور بتوں کے پوجنے والوں سے بیزاری کا اعلان کیا اور ان سے دشمنی کا برملا اظہار کیا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ. (الممتحنہ: ۴)

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا۔ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں ہم نے تم سے کفر کیا۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

تعجب ہے کہ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کردار بت پرستی، بت گری اور بت دوستی کے تعلق سے اتنے واضح طریقہ سے پیش کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو ان سب باتوں کے باوجود نہیں معلوم وہ کونسا دباؤ اور وہ کونسی مجبوری ہے کہ بت شکنی اور بت بیزاری کی مذمت کی جارہی ہے اور اسے غیر اسلامی عمل بتایا جارہا ہے۔ اور بت گری کی حمایت کی جارہی ہے اور بت دوستی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور وہ بھی ماہ ذی الحجہ میں جب کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت سمجھ کر قربانی کی جاتی ہے اور مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں اور اس گھر کا طواف کیا جاتا ہے جس گھر کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بتوں کی نجاست سے اس کو پاک رکھیں۔

ایک اور پہلو سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جہاں تک بت شکنی کا موقع ومحل اور مناسب یا نامناسب حالات کا تعلق ہے تو مجسموں کے انہدام کی مذمت کرنے والے بتائیں کہ کس لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی برمحل تھی اور افغانیوں کی بت شکنی بے محل؟ کس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کے لئے حالات مناسب اور سازگار تھے اور کس اعتبار سے افغانیوں کا اقدام غیر مناسب اور ناسازگار حالات میں ہوا؟ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عمل حکمت کے عین مطابق تھا اور افغانستان میں مجسموں کا انہدام حکمت کے خلاف تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے والے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہی نہیں کہ خانۂ کعبہ کو سینکڑوں بتوں سے پاک کیا بلکہ پورے عرب سے بتوں کو نکال باہر کیا۔ آپ کا یہ عمل ایسا نہیں ہے کہ جس کی مثال تاریخی کتابوں کی طویل ورق گردانی سے معلوم ہوتی ہو۔ لیکن تعجب اور افسوس ہے کہ ملک کے ایک معروف فقیہ صاحب فرماتے ہیں۔

> یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ نے فتح مکہ کے موقع سے بیت اللہ شریف کے بتوں کو منہدم فرمایا اور مکہ میں جہاں کہیں جو بت تھے انہیں صاف کرنے کا حکم دیا لیکن یہ ایک استثنائی واقعہ ہے۔ (روزنامہ ''منصف'')

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک اصل اور عام حکم تو بتوں کو بحفاظت اور باحترام رکھنا ہے اور جو مکہ میں بت شکنی ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک استثنائی فعل تھا اس موقع پر موصوف نے صرف مکہ اور کعبہ کی خصوصیت بتائی ہے۔ لیکن یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب کہ عرب کے پچیس پچاس مقامات پر بتوں کو پورے احترام کے ساتھ بحفاظت رکھا گیا ہوتا۔ موصوف کی اس طرح کی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کا طرۂ امتیاز بت شکنی، بت بیزاری اور بت دشمنی نہیں ہے بلکہ بت گری، بت پرستی اور بت دوستی اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔ موصوف نے اور فرمایا۔

> ''دوسرا اصول مذہبی رواداری اور دوسروں کے مذہبی جذبات کی رعایت کا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ اس بات پر قادر تھے کہ یہودیوں کی مذہبی عبادت گاہوں کو منہدم کرا دیتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔''

موصوف سے اگر یہ پوچھا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی عبادت گاہوں کو نہیں تڑوایا تو وہ عبادت گاہیں آج کیوں موجود نہیں ہیں۔ جس رواداری کے تحت آپ نے ایسا نہیں کیا وہ رواداری کب ختم ہوئی؟

وہ عبادت گاہیں کب توڑی گئیں؟ اور کیونکر توڑی گئیں؟ کیا ایسا ہے کہ جس رواداری کو اللہ کے رسول ﷺ نے قائم کیا تھا نعوذ باللہ آپ کے متبعین نے اس کو ختم کر دیا؟؟ حضور ﷺ کا یہ فرمان موصوف کیوں بھول گئے کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں یہودیوں کو ان کے قلعوں اور عبادت گاہوں سے بے دخل فرما دیا تھا۔ کیا یہ چیز سیرت کے کسی ادنیٰ مطالعہ کرنے والے سے مخفی ہے چہ جائیکہ کوئی عالم اور فقیہ سے۔ لیکن روادار ذہن کی یہی کمزوری ہے جس کی طرف شاعر نے اشارہ کیا۔

جو قوم کہ ہے غیرت و کردار سے خالی
وہ معرکۂ وقت میں بنتی ہے روادار
آجائے اگر ہاتھ میں شمشیر بھی اس کے
بن جائے گی اغیار کی عظمت کی وفادار

ایسی بودی دلیلوں کا کیوں سہارا لیا گیا ہے اس کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بے اصل چیزوں کو جب کوئی صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرے گا وہ اسی طرح کے کمزور سہاروں کے بل بوتے پر آگے بڑھے گا۔ موصوف نے خود یہ کہا ہے کہ افغانستان میں صد فی صد مسلم آبادی ہے اس لئے مجسموں کا وہاں ہونا چنداں مضر نہیں تھا۔

سوال یہ ہے کہ اگر چنداں مضر نہیں تھا تو کیا چنداں مفید تھا؟ کیا یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جس مقام پر تصویر اور بت ہوں گے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔ پھر موصوف سے ہم پوچھنا چاہیں گے کہ اگر کوئی غیر مسلم فیملی ہے اس کے گھر میں بت رکھے ہوئے ہیں اور ان کی پوجا ہو رہی ہے اگر وہ فیملی مسلمان ہو جائے تو ان بتوں کے بارے میں اس کا عمل کیا ہوگا؟ کیا بتوں کو پرانی یادگار سمجھ کر گھر میں محفوظ رکھنا مناسب اور جائز ہوگا یا ان کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنا؟؟ ایسی فیملی کو آپ کیا مشورہ دیں گے؟ جب افغانستان میں ان بتوں کو پوجنے والے موجود نہیں ہیں تو افغانی لوگ اپنے ملک میں آخر کیوں انہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ کیوں ان مجسموں کو رکھنا فرض اور واجب تھا جس کے ترک پر آپ ان کی مذمت فرما رہے ہیں۔ موصوف نے حضرت عمرؓ وغیرہ کے دور میں مصر وغیرہ مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلموں کی عبادتگاہوں کو باقی رکھا گیا اس کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن ان کا تذکرہ بالکل بے محل ہے۔

اس لئے کہ اسلام کی جہاں عام تعلیم بت گری، بت پرستی اور بت دوستی سے اجتناب کی ہے وہیں یہ تعلیم بھی ہے کہ مسلمانوں کے زیر اقتدار جو ذمی غیر مسلم ہوں ان کی عبادتگاہوں کو بعض شرائط کے ساتھ ان کے تصرف میں

رہنے دیا جائے اوران کو ختم نہ کیا جائے۔ اگر افغانستان میں ذمی کی حیثیت سے بدھسٹ ہوتے تو یقیناً حضرت عمرؓ کے واقعات پر قیاس کر کے کہا جا سکتا تھا کہ جس طرح حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء نے ذمیوں کو ان کے معبودوں کے ساتھ باقی رکھا اسی طرح افغانی لوگوں کو بھی بدھسٹوں کو ان کے بتوں کے ساتھ باقی رکھنا چاہئے تھا لیکن افغانستان میں اس طرح کا کوئی واقعہ ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

موصوف نے فرمایا:

''اور یہ ہرگز بہتر بات نہ ہوگی کوئی مسلمان ناشائستہ ردِعمل کا سبب بنے۔ قرآن نے اسی لئے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا کہ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو وہ بھی جواب میں شان باری تعالیٰ میں گستاخی کے مرتکب ہوں گے اور بالواسطہ طریقہ پر ہم اس کا سبب بنیں گے۔''

اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے سے سورۃ الانعام آیت ۱۰۸ میں منع کیا گیا اس کے لئے ''لَا تَسُبُّوا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی میں گالی گلوج اور فحش کلامی کا مفہوم ہے۔ یعنی جس چیز سے منع کیا گیا ہے سب وشتم اور فحش کلامی ہے۔ ورنہ بتائیے وہ برا بھلا کہنا کیا تھا جس سے باز رہنے کا مشرکین مکہ مطالبہ کر رہے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ تھے کہ ان کے مطالبہ کو ماننے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا اور حضرت ابو طالب سے فرمایا:

''چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں کہ میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اسی راہ میں فنا ہو جاؤں تو نہیں چھوڑ سکتا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپ ﷺ رو پڑے۔

بہر صورت یہ اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون سی رواداری ہے جس کا حکم قرآن دے رہا ہے اور وہ کون سی رواداری ہے جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ تیار نہیں تھے۔ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے سورہ ھود آیت ۱۱۳ کو بھی سامنے رکھیئے:

''نہ جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا کہ تم کو آگ چھولے گی اور اللہ کے سواء کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر کہیں سے مدد نہ پاؤ گے۔''

جہاں تک ناشائستہ ردِعمل کا سبب نہ بننے کا مسئلہ ہے وہ بھی اتنا سادہ نہیں ہے جتنا کہ عام طور سے سمجھا جا رہا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے آیت ۱۰۸ سورۃ الانعام کی تفسیر کا تھوڑا حصہ دیکھنا ضروری ہے۔

مفتی شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے بیت اللہ کی تعمیر کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانا ایک طاعت اور کارِ ثواب تھا، مگر اس پر لوگوں کی ناواقفیت کے سبب ایک خطرہ کا ترتب دیکھ کر آپ ﷺ نے اس ارادہ کو ترک فرما دیا۔ اس واقعہ سے بھی یہی اصول مستفاد ہوا کہ اگر کسی جائز بلکہ ثواب کے کام پر کوئی مفسدہ لازم آتا ہو تو وہ جائز کام بھی ممنوع ہوجاتا ہے۔

لیکن اس پر ایک قوی اشکال ہے جس کو روح المعانی میں ابومنصور سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد و قتال لازم فرمایا ہے۔ حالانکہ قتال کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو قتل کردیں گے اور مسلمانوں کا قتل حرام ہے۔ تو اس اصول پر جہاد بھی ممنوع ہوجانا چاہئے۔ ایسے ہی ہماری تبلیغ اسلام اور تلاوت قرآن پر نیز اذان اور نماز پر بہت سے کفار مذاق اڑاتے اور مضحکہ بناتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کے اس غلط رویہ کی بناء پر اپنی عبادات سے دستبردار ہوجائیں گے؟!

اس کا جواب خود ابومنصور نے یہ دیا ہے کہ یہ اشکال ایک ضروری شرط کے نظر انداز کردینے سے پیدا ہوگیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ جائز کام جس کو لزوم مفسدہ کی وجہ سے منع کردیا گیا ہے اسلام کے مقاصد اور ضروری کاموں میں سے نہ ہو۔ جیسے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا۔ اس سے اسلام کا کوئی مقصد متعلق نہیں۔ اسی طرح بیت اللہ کی تعمیر کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانا اس پر بھی کوئی اسلامی مقصد موقوف نہیں۔ اس لئے جب اس پر کسی دینی مفسدہ کا خطرہ لاحق ہوا تو ان کاموں کو ترک کردیا گیا اور جو کام ایسے ہیں کہ اسلام میں خود مقصود ہیں یا کوئی مقصد اسلامی اس پر موقوف ہے اگر دوسرے لوگوں کی غلط روی سے ان پر کوئی مفسدہ اور خرابی مرتب بھی ہوتی نظر آئے تو ان مقاصد کو ہرگز ترک نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی کوشش کی جائے گی کہ یہ کام تو اپنی جگہ جاری رہیں اور پیش آنے والے مفاسد جہاں تک ممکن ہو بند ہوجائیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے چلے، وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے اس کو دیکھ کر ابن سیرین واپس ہوگئے۔ مگر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کیسے چھوڑ دیں؟ نماز جنازہ فرض ہے اس کو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا ہاں اس کی کوشش تابمقدور کی جائے گی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے۔

یہ واقعہ روح المعانی میں نقل کیا گیا ہے۔

اس لئے خلاصہ اس اصول کا جو آیت مذکورہ سے نکلا ہے یہ ہوگیا کہ جو کام اپنی ذات میں جائز بلکہ طاعت و ثواب بھی ہو مگر مقصد شرعیہ میں سے نہ ہو اگر اس کے کرنے پر کچھ مفاسد لازم آجائیں تو وہ کام ترک کردینا واجب ہوجاتا ہے۔ بخلاف مقاصد شرعیہ کے کہ وہ لزوم مفاسد کی وجہ سے ترک نہیں کئے جاسکتے۔

اس اصول سے فقہاء امت نے ہزاروں مسائل کے احکام نکالے ہیں۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کا بیٹا

نافرمان ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس کو کسی کام کے کرنے کے لئے کہوں گا تو انکار کرے گا اور اس کے خلاف کرے گا جس سے اس کا سخت گناہگار ہونا لازم آئے گا۔ تو ایسی صورت میں باپ کو چاہئے کہ اس کو حکم کے انداز میں کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے کو نہ کہے بلکہ نصیحت کے انداز میں اس طرح کہے کہ فلاں کام کرلیا جائے تو بہت اچھا ہو۔ تاکہ انکار یا خلاف کرنے کی صورت میں ایک جدید نافرمانی کا گناہ اس پر عائد نہ ہوجائے۔'' (خلاصۃ الفتاویٰ)

''اسی طرح کسی کو وعظ و نصیحت کرنے میں بھی اگر قرائن سے یہ معلوم ہوجائے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کے بجائے کوئی ایسا غلط انداز اختیار کرے گا جس کے نتیجہ میں وہ اور زیادہ گناہ میں مبتلا ہوجائے گا تو ایسی صورت میں نصیحت ترک کردینا بہتر ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس موضوع پر ایک مستقل باب رکھا ہے۔

باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فھم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ۔

یعنی بعض اوقات جائز بلکہ مستحسن چیزوں کو اس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس سے کم فہم عوام کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے، بشرطیکہ یہ کام مقاصد اسلامیہ میں داخل نہ ہو۔

مگر جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل ہیں خواہ فرائض وواجبات ہوں یا سنن موکدہ یا دوسری قسم کے شعائر اسلامی۔ اگر ان کے ادا کرنے سے کچھ کم فہم لوگ غلطی میں مبتلا ہونے لگیں تو ان کاموں کو ہرگز نہ چھوڑا جائے گا بلکہ دوسرے طریقوں سے لوگوں کی غلط فہمی اور غلط کاری کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ابتداء اسلام کے واقعات شاہد ہیں کہ نماز وتلاوت اور تبلیغ اسلام کی وجہ سے مشرکین مکہ کو اشتعال ہوتا تھا مگر اس کی وجہ سے ان شعائر اسلام کو کبھی ترک نہیں کیا گیا بلکہ خود آیت مذکورہ کے شان نزول میں جو واقعہ ابوجہل وغیرہ روساء قریش کا ذکر کیا گیا ہے اس کا حاصل یہی تھا کہ قریشی سردار اس پر صلح کرنا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ توحید کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیں۔ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ کام کسی حال میں نہیں کرسکتا اگرچہ وہ آفتاب و ماہتاب لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیں۔'' (معارف القرآن)

ایک اور دینی بزرگ نے افغانیوں سے اپیل کی کہ ہندوستان کی پیش کش کو وہ قبول کرلیں اور مجسموں کو ہندوستان منتقل کردیں۔ یہ اپیل اس اظہار کے ساتھ کی گئی ہے کہ بت اور مجسمے دونوں حرام ہیں۔ سوال یہ ہے کہ افغانی لوگ مجسّموں کو ہندوستان کے حوالے کیوں کردیں اور کس طرح؟؟ کیا وہ مجسّمے ہندوستان کے ہیں اور کیا قیمت لے کر کے مجسّموں کو ہندوستان کے حوالے کریں یا تحفتاً۔ ان سوالوں پر موصوف نے غالباً غور نہیں فرمایا ورنہ ایسی بات کسی قیمت پر نہیں کہتے۔ مجسموں کو قیمت لیکر حوالے کرنا بلاشبہ بت فروشی ہوتی جو کسی طرح جائز نہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور

اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اگر تحفتاً دیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی حرام شیٔ کو تحفہ میں دینا جائز ہے؟ شراب حرام ہے اس کو بیچنا جس طرح حرام ہے اسی طرح اس کو تحفہ میں دینا بھی حرام ہے۔ کوئی مسلمان یہ کام نہ خود کر سکتا ہے نہ کسی کو اس کا مشورہ دے سکتا ہے اور نہ کسی سے اس کی اپیل کر سکتا ہے۔ خود کرنا، کسی کو مشورہ دینا اور کسی سے اپیل کرنا سب کا سب حرام ہوگا اور فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ. (الحج:۳۰) کے صریح حکم کے خلاف ہوگا۔

دلّی کے ایک قاسمی مولانا نے افغانستان میں بت شکنی کو بے عقلی، ناعاقبت اندیشی اور بیوقوفی قرار دیا اور دلیل میں اس کے سواء کچھ نہیں کہ طالبان خود مصائب میں گھرے ہوئے ہیں اور ادھر ہندوستان میں فرقہ پرست ان کے عمل کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ یہ طرز فکر دراصل اسلامی معیار اور کسوٹی کو سامنے رکھ کر نہ سوچنے کا نتیجہ ہے۔ قرآن میں اُولُو الْاَلْبَابِ اور عاقل کن لوگوں کو کہا گیا ہے اور بیوقوف کن لوگوں کو؟ مثال کے طور پر بت شکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا گیا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (البقرۃ:۱۳۰)

ترجمہ: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ سے پھرنے والے ہی بیوقوف ہیں ہم نے انہیں دنیا میں چن لیا اور آخرت میں وہ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

آیت صاف بتا رہی ہے کہ بت شکنی کا عمل کرنے والے بیوقوف نہیں ہیں بلکہ بیوقوف وہ لوگ ہیں جو طریق ابراہیمی یعنی بت شکنی سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح موصوف نے احترام مذہب اور احترام آدمیت کا درس دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

> ''ہمارا طرز معاشرت یہ ہونا چاہئے کہ ہم پرستش تو صرف خدائے وحدہ لاشریک کی کریں لیکن احترام پوری انسانیت کا کریں جس کی تعلیم اللہ کے رسولؐ کی زبانی قرآن نے "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" کی شکل میں دے دی ہے۔ اس کی رو سے جس طرح ہم پر توحید پر قائم رہنا فرض ہے اسی طرح احترام مذہب وآدمیت بھی واجب ہے۔''

"لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" سے احترام مذہب پر استدلال کرنا بالکل ہی غلط استدلال ہے۔ قرآن کے ان الفاظ کے ذریعہ شرک وکفر سے بالکلیہ بیزاری کا اعلان کیا گیا ہے اور مشرکین کو ایک طرح کی دھمکی دی گئی ہے کہ جو دین قیم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اس پر ہم نہایت خوش ہیں۔ اور تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند

کی ہے وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر ایک فریق کو اس کی راہ وروش کا نتیجہ مل کر رہے گا۔ ان الفاظ سے کہیں سے بھی مصالحت اور بقائے باہم اور رواداری کا تصور نہیں نکلتا۔

مزید وضاحت کے لئے سورۂ کافرون کا تاریخی پس منظر دیکھئے۔

مکہ معظّمہ میں ایک دور ایسا گزرا ہے جب نبی ﷺ کی دعوتِ اسلام کے خلاف قریش کے مشرک معاشرے میں مخالفت کا طوفان تو برپا ہو چکا تھا لیکن ابھی قریش کے سردار اس بات سے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے کہ حضور ﷺ کو کسی نہ کسی طرح مصالحت پر آمادہ کیا جا سکے گا اس لئے وقتاً فوقتاً وہ آپ ﷺ کے پاس مصالحت کی مختلف تجویزیں لے لے کر آتے رہتے تھے تاکہ آپ ان میں سے کسی کو مان لیں اور وہ نزاع ختم ہو جائے جو آپ کے اور ان کے درمیان رونما ہو چکی تھی۔

اس سلسلے میں متعدد روایات احادیث میں منقول ہوئی ہیں (کسی میں قریش کی یہ پیش کش مذکور ہے کہ) ہم آپ کو اتنا مال دیئے دیتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی بن جائیں۔ آپ جس عورت کو پسند کریں اسی سے آپ کی شادی کئے دیتے ہیں۔ ہم آپ کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہیں آپ بس ہماری یہ بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کی برائی کرنے سے باز رہیں (کسی میں یہ تجویز موجود ہے کہ) ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

موضوع اور مضمون

اس پس منظر کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مذہبی رواداری کی تلقین کے لئے نازل نہیں ہوئی تھی جیسا کہ آج کل کے بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ اس لئے نازل ہوئی تھی کہ کفار کے دین اور ان کی پوجا پاٹ اور ان کے معبودوں سے قطعی برأت اور بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان کر دیا جائے اور انہیں بتا دیا جائے کہ دین کفر اور دین اسلام ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں ان کے باہم مل جانے کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ بات اگرچہ ابتداً قریش کے کفار کو مخاطب کر کے ان کی تجاویز مصالحت کے جواب میں کہی گئی تھی لیکن یہ انہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے قرآن میں درج کر کے تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دین کفر جس شکل میں بھی ہے ان کو اس سے قول وعمل میں برأت کا اظہار کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں اس سورہ کی کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ ذیل کی چند احادیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ میں بارہا حضور ﷺ کو نماز فجر سے پہلے اور مغرب کی نماز کے

بعد کی دو رکعتوں میں "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" اور "قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھتے دیکھا ہے۔

حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم سونے کے لئے اپنے بستر پر لیٹو تو "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" پڑھ لیا کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بھی یہ طریقہ تھا کہ جب آپ سونے کے لئے لیٹتے تو یہ سورہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بزار، طبرانی، ابن مردویہ تلخیص)

بعض سادہ لوحوں نے یہ دلیل دی ہے کہ مجسمے تہذیبی اور انسانی ورثہ ہیں ان کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔ لیکن نہیں معلوم کس آیت قرآنی یا کس حدیث رسولؐ اور کس فقہی کلیہ سے انھوں نے یہ حکم اخذ فرمایا؟! انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ مظاہر شرک ہر دور میں تہذیبی ورثہ سمجھے گئے ہیں اور بت پرست اور مشرک قومیں اسی بنیاد پر بت پرستی کو جائز اور حق بجانب قرار دیتی رہی ہیں۔ غرض یہ کہ ان چند دلائل کا ذکر ہے جو ہندوستان میں شرعی اصطلاحوں میں گفتگو کرنے والے مجسموں کے انہدام کی مذمت میں پیش کرتے ہیں۔ اب جب کہ مجسمے توڑ پھوڑ دیئے گئے۔ چنداں ضرورت نہیں تھی ان باتوں کی۔ لیکن اس اعتبار سے ضرورت تھی کہ صحیح دلائل کے ساتھ صحیح منزل تک پہنچنے کی عادت ہمارے اندر ہونی چاہئے۔ حالات کا دباؤ اس قدر قبول کرنا صحیح نہیں ہے کہ بات بھی غلط کہی جائے اور دلیل بھی غلط دی جائے اور پھر اس کو شرعی بات کے طور پر پیش کیا جائے۔

آج باوجود بہت سی مشکلات اور دشواریوں کے ایسے حالات تو ہرگز نہیں ہیں کہ بت پرستی، بت گری اور بت دوستی کے حق میں زبان کھولی جائے اور وہ بھی بلاضرورت۔ بہتر تھا کہ تھوڑا بہت نقصان برداشت کرلیا جاتا اور یہ طرز گفتگو اختیار نہ کی جاتی۔

اس موقع پر ایک دینی اور دعوتی اخبار نے اس انداز سے مذمت کی کہ:

> ''دین اسلام صرف افغانستان کا دین نہیں ہے اور نہ قرآن صرف افغانستان کے لئے ہے اور نہ شریعت محض افغانستان میں نافذ ہونے کے لئے آئی ہے اس لئے افغانستان کے لوگوں کو اس بات کا لحاظ کرنا چاہئے تھا کہ بیرونی دنیا میں دعوتِ اسلامی کے کام پر کیا اثر پڑنے والا ہے؟ ابھی دنیا کے انسانوں کی اکثریت تک اسلام کی دعوت پہنچانا دنیا کے موجودہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے جن میں افغانستان کے طالبان بھی شامل ہیں۔ لہٰذا افغان کے لوگوں کو اس عمل سے باز رہنا چاہئے تھا اور دعوتِ اسلامی کے وسیع تر مفاد اور اسلامی حکمت اور مومنانہ فہم و فراست اور دوراندیشی کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا۔''

لیکن یہ انداز اور استدلال کتنا صحیح ہے؟ اس سوال پر غور کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بتوں کو توڑا تو کیا دنیا کی اکثریت تک دعوت اسلامی پہنچ چکی تھی؟ اور کیا مدینہ میں مشرکین اور ان کے معبودوں کے خلاف کبھی کسی اقدام سے صرف اس لئے باز رہا گیا کہ اس کا مکہ میں پھنسے ہوئے مسلمانوں پر

خراب اثر پڑے گا؟ اس طرح کی باتوں سے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اسلام پسند گروہ بذات خود کوئی صحیح اقدام بھی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اسلام پوری دنیا کا مذہب ہے۔ گویا پوری دنیا کے مسلمانوں سے پوچھ کر کوئی اقدام کرنا چاہئے۔ اس منطق کا تقاضا تو یہ ہے کہ کہیں کے بھی مسلمان ہوں خواہ افغانستان اور پاکستان کے ہوں یا ہندوستان کے، بذات خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اسی منطق کی بنیاد پر مسلمانوں کا ترقی یافتہ طبقہ کہتا ہے کہ اسلامی سیاست کا نام نہ لو۔ نظام اسلامی کے قیام اور اقامت دین کا ذکر نہ چھیڑو۔ اس لئے کہ اس سے دوسری قومیں اندیشہ محسوس کرتی ہیں اور اسلام کو توسیع پسند اور شدت پسند مذہب کہہ کر بدنام کرتی ہیں لہٰذا دعوتی مفاد اور خود مسلم ملت کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اسلامی نظام کی بات نہ کریں۔

مختصر بات گویا یہ ہوئی کہ دین کی جن جن باتوں سے بیرونی دنیا کو الرجی ہو رہی ہو ان باتوں کو دعوتی حکمت کے تحت چھوڑ دیا جائے۔ لیکن مجبوری ہے کہ دعوت کی پوری تاریخ میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ دعوتی حکمت کے نام پر بنیادی عقیدوں کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ طالبان کے عمل کا ایک اور مثبت پہلو یہ بھی ہے جو نظروں سے اوجھل ہے طالبان نے اپنے عمل سے ایک بڑا کام یہ کیا ہے کہ بت پرستی پوری دنیا میں موضوع گفتگو بن گئی ہے اور اسلام کا نقطۂ نظر صاف طریقہ سے منظر عام پر آ گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ طالبان نے اپنے اس عمل سے دنیا کی ساری سوپر طاقتوں کی پرواہ نہ کر کے ان کی بالادستی کو چیلنج کر دیا ہے۔ جو دنیا میں دعوتی اور اسلامی تحریکات کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ اس سے جہاں عالم اسلام کو یہ حوصلہ ملتا ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں کے مقابلے میں کھڑا ہونا ممکن ہے وہیں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو یہ سمجھ میں آ گیا کہ ہم اسلامی رو کو روک نہیں سکتے۔ یہ صورت حال سیاسی طور سے اسلام اور دعوت اسلام کے حق میں بہت بڑی کامیابی ہے۔

طالبان کے اس عمل سے اسلام مخالف قوتوں پر اندر ہی اندر لرزہ طاری ہے۔ یہ وہ تاریخی موڑ ہے جس کی اہمیت کو ہمیں سمجھنا چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر دنیا بھر کے مسلمانوں نے ہر طرح کے خوف و ہراس سے بالاتر ہو کر طالبان کے اقدام کی کھلم کھلا تائید اور حمایت کی ہوتی تو اسلام کے حق میں مزید فضا ہموار ہوتی۔ اور باطل اور اہل باطل اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نرم رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے۔ لیکن باوجود اس کے کہ ہر ملک میں کچھ لوگوں نے طالبان کے اقدام کی مذمت کی ہے پھر بھی دنیا یہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ طالبان کا اقدام ساری دنیا کے مسلمانوں کے نزدیک قابل ستائش اسلامی عمل ہے۔

بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں



محترم عدنان فہد صاحب لکھتے ہیں:

طالبان کی افغانستان میں موجود بتوں اور مجسموں کو توڑنے کی کارروائی نے پوری دنیا میں کہرام مچادیا ہے۔ اس پر طالبان سے ''اپنے'' بھی ناراض ہیں اور بیگانے بھی ناخوش۔ بیگانوں کی خفگی تو قابل فہم ہے لیکن ''اپنوں'' کی پریشانی اور اظہار ناراضی کی توجیہ مشکل ہے لیکن یہ بھی ایک غور طلب پہلو ہے کہ اپنوں کی کیفیت بھی یکساں نہیں ہے۔ اپنوں کے ''بڑے'' تو اس پر بے چین و بے قرار ہیں اور ان کی پوری کوشش اس وقت یہ ہورہی ہے کہ کسی طرح طالبان کے اس عمل کو خلاف شریعت قرار دے دیا جائے وہ اس پر اپنی ساری توانائیاں صرف کررہے ہیں اور قلم وقرطاس کی قوت اور ذہنی وجسمانی صلاحیت استعمال کرکے اس کو اپنے تئیں خلاف اسلام ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں لیکن ان ''بڑوں'' کے یقین وخیال کے مطابق ''جاہل'' اور دین سے ''بے بہرہ'' مسلمان عوام یعنی ملت اسلامیہ کا سواد اعظم طالبان کی اس کارروائی کو عین حق سمجھ رہا ہے۔ طالبان کی اس کارروائی پر مختلف پہلوؤں سے غور وفکر ہوسکتا ہے اور اس پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے۔

یہ غور وفکر اور اظہار خیال دو کیفیتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اس کی ایک کیفیت وہ ہوسکتی ہے جس کو دفاعی اقدام کہا جاسکتا ہے اور دوسری کیفیت کو اقدامی عمل کہا جاسکتا ہے۔ دفاعی اقدام اپنی تمام تر اہمیت وافادیت کے باوجود ایک کمزوری ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کارروائی کے خلاف شور وغوغا کرنے والوں کو آئینہ دکھایا جائے اور ان کا کریہہ چہرہ دنیا کے سامنے لایا جائے۔ درج ذیل تحریر اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے اس میں صرف ایک پہلو سے بحث کی گئی ہے اس کے اور بھی دوسرے اطراف ہوسکتے ہیں اور جن کو حسب ضرورت وموقع اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

افغانستان میں وہاں کی حکومت کا پورے ملک میں پائے جانے والے بتوں اور مجسموں کے توڑنے کا فیصلہ موجودہ عہد (Modern age) میں ساری دنیا میں رائج دستور اور قدروں کے عین مطابق ہے اور طالبان کا

یہ عمل ہر صورت سے درست اور تسلیم شدہ (Recognised) ہے یہ وہ عمل ہے جس پر آج کی دنیا میں پائی جانے والی حکومتیں اور عالمی ادارے عمل پیرا ہیں۔ بناء بریں طالبان کے اس اقدام میں کوئی بھی بات غیر معمولی یا خلاف معمول نہیں۔

طالبان نے جن بتوں اور مجسموں کو اپنے سپریم کورٹ کے فیصلے کے تحت توڑنے کا اعلان کیا ہے اس طرح کے بتوں اور مجسموں کا توڑا جانا موجودہ عہد میں پوری دنیا میں ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ آئے دن مختلف حکومتیں ایسا کرتی رہتی ہیں۔ اگر ان بتوں اور مجسموں کو تاریخی ورثہ یا یادگار بھی قرار دیا جائے تب بھی ان کا توڑا جانا خلاف معمول نہیں بلکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ واضح رہے کہ تاریخی یادگار (Historical Monuments) یا عالمی تاریخی ورثاء (World Human Heritage) سے مراد وہ تاریخی یادگاریں ہیں جو انسانی سماج کے ماضی اور اس کی تاریخ سے وابستہ ہیں قطع نظر اس سے کہ ان سے کسی قوم کی اچھی یا بری یادیں وابستہ ہوں یا وہ کسی کے لئے پسندیدہ اور دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہوں۔ بہرصورت وہ تاریخی یادگاریں یا عالمی تاریخی ورثہ کہلاسکتی ہیں ایسی تاریخی یادگاروں کا توڑا جانا ایک معمول رہا ہے اور جس کو دنیا نے تسلیم بھی کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۹ء میں سوویت یونین کے زوال کے بعد ماسکو کے ریڈ اسکوائر اور لینن گراڈ کے مرکزی مقام پر اور اسی طرح پورے (سابق) سوویت یونین میں مختلف مقامات پر لینن کے عظیم الشان اور دیوہیکل مجسموں کو ہزاروں لوگوں کے سامنے بڑی بڑی کرینوں سے منہدم کردیا گیا اور پوری دنیا نے یہ منظر دیکھا۔ اسی طرح چیکوسلواکیہ میں چاؤسسکو اور یوگوسلاویہ کے عظیم قائد جوزف بروز ٹیٹو کے مجسموں کو تباہ کردیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں ایڈولف ہٹلر کی ایک ایک یادگار کو چن چن کر مٹا دیا گیا۔ اسی طرح دیوار برلن کو نہ صرف ڈھا دیا گیا بلکہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ساری دنیا میں فتح کی یاد میں تقسیم کردیئے گئے۔ ان تاریخی یادگاروں کی مسماری کے اس عمل کو ساری دنیا کی حکومتوں، عالمی اداروں مثلاً اقوام متحدہ اور یونیسکو نے معمول کی کارروائی قرار دے کر تسلیم کرلیا۔ کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ساری یادگاریں متعلقہ ملکوں کی تاریخ کا ناقابل تنسیخ حصہ تھیں۔ دنیا کی تاریخ ۱۹۱۷ء کے بالشویک انقلاب اور اس میں لینن کی تاریخی حیثیت کو، سوویت یونین میں ستر برس سے بھی زیادہ قائم رہنے والے مارکسی نظام کی تاریخی حیثیت کو، چیکوسلواکیہ میں شاؤسسکو اور یوگوسلاویہ میں ٹیٹو کے مرتبے و مقام کو اور جنگ عظیم اول کے بعد جرمنی کی بحرانی تاریخ میں ایڈولف ہٹلر اور جرمنی کی حفاظت اور اس کی ترقی اور بقاء کے لئے اس کے رول کی تاریخی حیثیت کو نہ کبھی فراموش کرسکتی ہے اور نہ اس کا انکار کرسکتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہ شخصیتیں، نظام یا حکومتیں کسی کے لئے پسندیدہ تھیں اور کسی کی نظر میں ناپسندیدہ۔

بہرحال ان سے ہزاروں لوگوں کے جذبات وابستہ ہیں۔ سوویت روس، مشرقی یورپ اور ساری دنیا میں پائے جانے والے ایسے لوگوں کی تعداد کروڑوں میں ہے جن کا اب بھی مارکس ازم بالشویک انقلاب اور لینن سے قلبی تعلق ہے اور ان کے لئے لینن کی ذات کسی مذہب کی مقدس شخصیت سے کم نہیں۔ لیکن بایں ہمہ ساری

دنیا نے ان کارروائیوں کو معمول کی کارروائی قرار دے کر تسلیم کرلیا۔ لہٰذا طالبان کا یہ عمل موجودہ عہد میں ساری دنیا میں رائج دستور اور قدروں کے عین مطابق اور تسلیم شدہ ہے۔ بلاشبہ اس عمل کے تعلق سے لوگوں کی ذاتی رائیں یا پسند و ناپسند میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ تاہم جہاں تک ساری دنیا میں رائج قوانین، ضابطے، نظریے اور رواج کا تعلق ہے افغانستان کی حکومت یا طالبان کا یہ عمل خلاف ضابطہ، قوانین و رواج نہیں ہے بلکہ ان کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا افغانستان کے خلاف کوئی بھی کارروائی عالمی قوانین اور ضابطوں کی سراسر خلاف ورزی ہوگی۔

اب جہاں تک طالبان کے اس عمل کی مذمت کرنے والے افراد، طبقات، حکومتوں اور عالمی اداروں کا معاملہ ہے وہ سراسر منافقت اور جانبداری پر مبنی ہے اور اس سے عالمی استعماریت کی بو آتی ہے۔ جس کے تحت کوئی صرف اپنے حق کو تسلیم کرنے پر اصرار کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار۔ چنانچہ اصولاً اگر کوئی حق ہے تو اس کا اطلاق سب پر یکساں ہونا چاہئے۔ ایسی تمام صورتیں انسانیت کے دائرے سے باہر ہیں اور اس کی خلاف ورزی کے مترادف ہیں جہاں کسی مخصوص قوم یا حکومت کا حق تو تسلیم کیا جائے اور اسے جائز درست اور حق بھی قرار دیا جائے مگر دوسروں کے حقوق کو حق ماننے سے انکار کیا جائے اور انہیں ان کے حق سے محروم رکھا جائے۔ چنانچہ ایسی تمام کوششیں، منافقت پر مبنی ہیں اور چونکہ ان کے ذریعہ عالمی استعماریت کو مضبوط تر کرنے کی سعی کی جارہی ہے اس لئے باشعور انسانیت ان کوششوں کو کبھی تسلیم نہیں کرسکتی۔

دنیا کے باشعور افراد اور قومیں مٹھی بھر لوگوں یا چند ملکوں کو اس کی اجازت نہیں دے سکتیں کہ وہ جس چیز کو چاہیں اسے عالمی انسانی ورثہ کو تباہ کرنے، مسخ کرنے یا مجروح کرنے والا عمل قرار دے دیں اور دوسرے فرد، گروہ یا ملک کے اس سے بالکل ملتے جلتے یا اس سے بھی سنگین عمل کو جائز قرار دے دیں۔ دنیا کے باشعور افراد اور قومیں مٹھی بھر لوگوں یا چند ملکوں کو اس کی بھی اجازت نہیں دے سکتیں کہ وہ کسی ایک فرد، گروہ یا ملک پر یکطرفہ طور پر کوئی فرد جرم عائد کرکے اس کے خلاف بین الاقوامی اخلاقی ضابطوں اور قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اقدامات کریں اور دوسرے اسی طرح کے بلکہ اس سے بھی سنگین عمل کو جائز ٹھہرائیں۔

چنانچہ حکومت افغانستان کے اس عمل کی مذمت کرنے والوں اور عالمی تاریخی ورثہ کے نام نہاد علمبرداروں کو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دینا چاہئے اور اس سلسلہ میں اپنی پوزیشن صاف کرنی چاہئے۔

(۱) اگر افغانستان کے یہ مجسمے عالمی انسانی ورثہ ہیں تو پھر ان کی نظر میں تاریخی بابری مسجد کا مقام اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ عالمی تاریخی ورثہ نہیں تھی؟ کیا اس کو عالمی تاریخی ورثہ کا درجہ نہیں دیا جانا چاہئے؟ اگر نہیں تو آخر کیوں؟ اگر بابری مسجد بھی عالمی انسانی ورثہ تھی...... اور وہ یقیناً تھی ......تو یہ افراد، حکومتیں اور عالمی ادارے ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۲ء تک جب کہ اسے بزور طاقت مسمار کردینے کی علانیہ کوششیں ہورہی تھیں اور ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے سیاسی عزم پوری طرح مشکوک ہوچکے تھے بلکہ خود اس عمل میں یہ حکومتیں خفیہ

اور علانیہ اور ایجابی اور سلبی طور پر ملوث ہو چکی تھیں......اس عالمی انسانی ورثہ کو بچانے کے لئے وہ اقدامات کیوں نہیں کر رہے تھے جن کا وہ آج مظاہرہ کر رہے ہیں۔ بابری مسجد کو بچانے کے لئے حکومتوں کے کتنے وفود حکومت ہند پر دباؤ ڈالنے کے لئے آئے۔ سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ نے کتنی قرار دادیں منظور کیں اور اس تباہی کو رکوانے کے لئے اس کے کتنے وفود متحرک ہوئے اور جب ایک حکومت بابری مسجد کی حفاظت کے وعدے کے باوجود اسے بچانے میں دانستہ اور علانیہ طور پر ناکام ہو گئی اس کے خلاف کیا اقدامات کئے گئے اور آج وہ بابری مسجد کو اسی مقام پر بحال کرنے کی کیا کوششیں کر رہے ہیں؟؟

(۴) عالمی انسانی ورثہ ایک وسیع الاطراف اصطلاح ہے۔ اس کے دائرے میں صرف عمارتیں ہی نہیں آتی ہیں بلکہ انسانی تہذیب، تمدن اور تاریخ سے وابستہ ہر فرد، قوم اور کسی مقام پر پائی جانے والی مرئی وغیر مرئی، طبی اور کیفیاتی، موضوعی اور معروضی، منقولہ وغیر منقولہ یادگاریں شامل ہیں۔ مثلاً تہذیب، تمدن، وضع قطع، عادات و اطوار، نسل، آبادی، زبان، علمی سرمایہ اور تجربہ حتیٰ کہ کسی زبان کے معمے اور مصوتے بھی اس کے دائرے میں آتے ہیں۔

(الف) چنانچہ عالمی انسانی ورثہ کے نام نہاد علمبرداروں کا جو افغانستان کے عمل کے خلاف عالمی انسانی ورثہ (WHH) کی دہائی دے رہے ہیں......شمالی امریکہ اور بطور خاص ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U.S.A) میں ہونے والے عمل کے تعلق سے کیا خیال ہے۔ اس پورے براعظم میں وہاں کے لوگوں کی تہذیب، نسل، زبان، ثقافت حتیٰ کہ اس خطے کے نام کو مٹا کر اس پر دوسری تہذیب، نسل، زبان، ثقافت مسلط کر دی گئی۔ انہیں ایک ایسے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو ان کا نہیں۔ سرخ ہندوستانیوں کا خاتمہ عالمی انسانی ورثہ کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔ کیا ہندوستان کا نام صرف اس لئے دی گاما (DE-GAMA) رکھ دیا جائے کہ ۱۴۹۸ء میں دی گاما ہندوستان آیا تھا۔ واضح رہے کہ امیر کس ویس پک چی (Americus vespucci) وہ شخص تھا جس کے لئے کولمبس کام کرتا تھا۔ ایک پورے براعظم کی انسانی آبادی، اس کی تہذیب، ثقافت، تمدن، زبان، حتیٰ کہ ان کے نام کو ختم کر دیا گیا۔ اور آج تک اسے بحال نہیں کیا گیا ہے۔ نہ اس کی کوئی فکر پائی جاتی ہے۔ کیا یہ عالمی انسانی ورثہ کی کھلی اور بدترین خلاف ورزی نہیں ہے۔ کیا عالمی انسانی ورثہ کے علمبردار اس کے لئے بھی اسی طرح کوشاں ہیں جس طرح وہ افغانستان کے مجسموں کو بچانے کے لئے کوشاں ہیں؟؟

(ب) عالمی انسانی ورثہ کی بدترین خلاف ورزیوں میں سے یہ بھی ایک خلاف ورزی ہے کہ کسی جگہ کے مقامی باشندوں کی پوری کی پوری آبادی کو طاقت اور ظلم سے ہانک کر ان کے ملک سے بے دخل کر دیا جائے اور وہاں صد فیصد مصنوعی آبادی پر مشتمل ایک مصنوعی ریاست قائم کر دی جائے۔ چنانچہ فلسطین ہمیشہ سے فلسطینیوں کا ملک اور ان کی نسل، تہذیب، ثقافت اور زبان کا مسکن رہا ہے۔ لیکن ۱۹۴۸ء میں خود اقوام متحدہ نے فلسطینیوں کو ان کے آبائی مسکن سے بے دخل کر کے ایک صد فیصد مصنوعی اور خارجی آبادی پر مشتمل مصنوعی ریاست

کے بنانے کی راہ ہموار کر دی۔ ریاست اسرائیل نام کی کوئی ریاست تاریخ انسانی میں کبھی بھی وہاں موجود نہیں رہی ہے وہ علاقہ ہمیشہ سے فلسطینیوں کا رہا ہے۔ جس وقت ۱۹۴۸ء میں ریاست اسرائیل بنی، اقوام متحدہ نے اسے بلا تاخیر تسلیم کر لیا۔ اس وقت جو لوگ لاکھوں کی تعداد میں وہاں سے بے دخل کر دیئے گئے ان کی بیسیوں پشتیں وہاں مسلسل رہتی چلی آئی تھیں جبکہ اقوام متحدہ نے جس مصنوعی ریاست اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ اس میں دو فیصد آبادی بھی ایسی نہیں تھی جس کی صرف تین پشتیں بھی وہاں مسلسل رہی ہوں۔

کیا یہ عالمی انسانی ورثہ کی بدترین خلاف ورزی نہیں تھی؟ جب ایک پوری قوم، اس کی تہذیب، تمدن، ثقافت، زبان، خود مختاری کو ختم کر کے اسے بے دخل کر دیا گیا۔ کیا عالمی انسانی ورثہ کے نام نہاد علمبردار اس مصنوعی ریاست کے خاتمہ اور وہاں کی حقیقی آبادی اور اس کی تہذیب، تمدن، ثقافت، زبان نیز اس کی خود مختاری کی بحالی کے لئے اسی طرح کوشاں ہیں جس طرح وہ آج افغانستان میں ان مجسموں کے لئے ہیں؟

(عدنان فہد۔ ''دعوت''، دہلی)

مصالحت کا سوال

اقبال احمد انجینئر صاحب لکھتے ہیں......

''طالبان کے اس عمل پر اسلامی وغیر اسلامی اصطلاحات استعمال ہوئیں۔ اسلام کی بنیاد توحید، رسالت و آخرت ہے۔ خالق کی وحدانیت کا اعلان کرنا، رسول پر ایمان لانا، مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر یقین رکھنا ہے روز قیامت دنیاوی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہے۔ خالق کائنات جس کا کوئی شریک نہیں ہے اس نے دنیا کو ایک وقت تک کے لئے بنایا جس کا علم صرف اسے ہی ہے۔ انسانوں کو ان کی عمروں کے اعتبار سے مہلت دی۔ اختیارات دیئے، کسی کو کمزور بنایا تو کسی کو طاقتور بنایا، کسی کو امیر بنایا، کسی کو اقتدار دیا اور کسی کو محکوم بنایا، وہ چاہے تو حاکم کو محکوم بنا دے اور محکوم کو حاکم بنا دے۔ سب کچھ اس کے اختیارات میں ہے۔ آدمی کے ہر عمل سے وہ واقف ہے۔ دلوں کے بھید کو وہ جانتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی زمین و آسمان کا واحد مالک ہے۔ اس نے انسان کو علم دے کر پیدا کیا۔ اس کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً رسولوں کو بھیجتا رہا۔ ہر قوم و قبیلے میں ڈرانے والے آئے۔ پہلے انسان زمین پر آدم تھے اور سب ان کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ کائنات کو انسان کے حوالے کیا تاکہ غور و فکر کرے اور اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے خدائی کتاب سے رہنمائی حاصل کرے اور زمین پر فتنہ و فساد برپا نہ کرے۔ ہر طاقتور کمزور کی حفاظت کرے، امیر غریب کا خیال رکھے، حاکم محکوم کی ضروریات کی تکمیل کا نظم و نسق سنبھالے۔ انسان اختیارات کے باوجود مجبور و بے بس ہے، انسانوں کی بنیادی ضروریات ہوا، پانی، روشنی اللہ کے اختیار میں ہے اور موت و زندگی اس کے قبضہ میں ہے۔ یہ زندگی دراصل آزمائش گاہ ہے کہ کون اچھے اعمال کر کے کامیاب ہوتا ہے اور کون اپنی بداعمالی سے دنیا و آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔ موجودہ مذاہب دنیا شاہد ہیں کہ نوح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی۔ بتوں کی پرستش سے لوگوں کو روکا۔ قوم نے انکار کیا تباہ کر دی گئی۔ ہود علیہ السلام وصالح علیہ السلام

نے قوم عاد وثمود کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور بت پرستی سے روکا، قوم نے انکار کیا صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ موجودہ قوم یہود کو بھی اللہ کی توحید کی دعوت دی گئی لیکن بچھڑے کی پرستش میں انہوں نے تعلیمات کو بھلا دیا۔ قوموں کی امامت چھین لی گئی۔ نصرانی قوم کو عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی لیکن انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنالیا۔ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی دعوت دی اور تمام انسانوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور بت پرستی سے منع کیا۔ انسانوں کی رہنمائی کے لئے قرآن نازل کیا گیا جو صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے۔ یہی انسانی دستور حیات ہے جس پر انسانی دنیاوی و اخروی زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے سے کامیابی اور انکار سے محرومئ دنیا وآخرت ہے غرض ابتداء دنیا سے ایک ہی طریقہ زندگی رہا وہ ہے اسلام۔

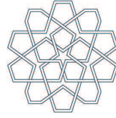
فتح مکہ کے بعد جب سارا عرب اسلام میں داخل ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ مکہ کی پہاڑیوں پر موجود لات ومنات کے بت گرادیئے گئے اور طائف میں موجود بتوں کو تباہ کردیا گیا۔ سنت ابراہیمی جو اکیلے ہی قوم سے لڑ گئی تھی اور اپنی قوم کو بت پرستی سے روکنے کی کوشش کی تھی وہی سنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دہرائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے یہ تکمیل کو پہنچی اور روز قیامت تک مکہ کے دروازے سوائے مسلمانوں کے سب کے لئے بند کردیئے گئے اور یہ شہر مرکز اسلام بن گیا۔

ان ممالک کا معاملہ دوسرا ہے جہاں اسلام فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا ہو۔ انسانی قانون سے آزادی دلانے کے بعد وہاں کی موجود غیر مسلم آبادی کا بھی تحفظ کیا گیا۔ ان کے مذہبی مقامات وطریقۂ زندگی کی حفاظت کی گئی۔ تاریخ کی دوسری اقوام نے مفتوح قوموں کی عزت وآبرو لوٹ لی ان کے مردوں کو ختم کیا اور ملکیت پر قابض ہوئے لیکن اسلام نے اس کے برعکس ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کی اور ناحق خون خرابے کی اجازت نہیں دی۔ ان کی ملکیت پر قبضہ نہیں کیا۔ ان کی حفاظت وتحفظ کے لئے ایک ٹیکس TAX جزیہ لیا گیا۔ اسلام کی یہ دو صورتیں ذہن میں ہوں تو افغانستان کا معاملہ صاف صاف سمجھ میں آتا ہے۔ اب جب کہ حکومت افغانستان کا دستور قرآنی ہے۔ حکومت اسلامیہ کے قیام کا اعلان کرچکی ہے اس کی رعایا تمام کی تمام مسلمان ہے تو ایسی صورت میں ہر وہ نشان جو توحید کے خلاف ہو مٹانے کا اس کو حق حاصل ہوجاتا ہے اور یہ حق اسے کتاب الٰہی نے دیا ہے جو خالق کائنات کی طرف سے ہے اور واحد انسانی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اب اس پر ذمہ داری ہے کہ وہ حکمت ودانش سے اس حق کو استعمال کرے۔

اسلام دنیا میں سب سے الگ وجدا مذہب ہے۔ یہ ایک طریقۂ زندگی ہے جس کی بنیاد توحید پر ہے اور اس پر وہ مصالحت نہیں کرتا اور اپنے علاوہ دوسرے طریقۂ زندگی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ ہندوتوا کے مفکر جی آر ملکانی کا یہی کہنا ہے کہ اگر اسلام اپنے علاوہ دوسرے مذاہب کو بھی آج حق مانے تو ہمارا مسلمانوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ توحید وشرک دو الگ الگ راستے ہیں ان میں مصالحت ناممکن ہے۔'' (منصف)



مولانا وحید الدین خاں کے فرمودات پر بھی ایک نظر



مولانا وحید الدین خان صاحب طالبان کی بت شکنی والے عمل کو غیر اسلامی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''طالبان کا یہ عمل بلاشبہ ایک غیر اسلامی فعل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام بت پرستی کے خلاف ہے مگر بت پرستی اور بت شکنی دونوں میں فرق ہے۔ قرآن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ بتوں کو نہ پوجو۔ مگر قرآن میں یہ حکم نہیں دیا گیا ہے بتوں کو توڑ ڈالو۔ اسلام کا طریقہ دلوں سے بت پرستی کو ختم کرنا ہے نہ کہ پتھر کے مجسموں کو توڑ کر ختم کرنا۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے کچھ مثالیں لیجئے۔ قرآن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم لوگ نماز پڑھو مگر قرآن میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جو لوگ نماز نہ پڑھیں انہیں مار ڈالو۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص نماز کے قرآنی حکم کو لے کر بے نمازیوں کو مارنے لگے تو وہ قرآنی حکم کی تعمیل نہیں ہوگی بلکہ وہ قرآن کے نام پر سرکشی ہوگی۔''

(منصف اتوار ۲۵؍ مارچ سنہ ۲۰۰۱ء)

اوپر ہم نے خان صاحب کی جو عبارت نقل کی ہے شاید وہ ایک عام قاری کے نزدیک بہت ہی خوب عصری دلائل سے بھرپور ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت بے علمی اور گمراہی کا ایک شاہکار ہونے کے سواء کچھ نہیں ہے۔ یہ تاثر دینا کہ بت پرستی اور بت شکنی دونوں کو طالبان اور ان کے حامیان ایک قرار دیتے ہیں یہ بالکل بے بنیاد بات ہے اگر یہ تاثر دینا نہیں ہے تو بت پرستی اور بت شکنی میں فرق بتانے کی آخر کیا وجہ ہے؟ کون بے وقوف ہے کہ بت کے سامنے سجدہ کرنا اور بت پر ہتھوڑا چلانا دونوں کو برابر کہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ قرآن میں بت کی پوجا سے منع کیا گیا لیکن بت توڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے قرآن میں بت پوجنے سے منع کا بھی حکم نہیں ہے اگر حکم ہے تو کوئی آیت پیش کیجئے۔ اسی طرح کوئی کہے کہ قرآن میں مسجد بنانے کا حکم نہیں ہے اگر حکم ہے تو حوالہ دیجئے۔

اسی طرح کوئی کہے کہ شراب پینے سے بھی منع نہیں کیا گیا ہے اگر یہ حکم ہے تو کوئی آیت لائیے۔ کوئی کہے کہ شراب کے مٹکوں کو توڑنے کا حکم بھی نہیں ہے اگر ہے تو کوئی آیت پیش کیجئے۔ اسی طرح شراب کی تجارت سے منع کا بھی کوئی حکم نہیں ہے اگر ہے تو کوئی ایک آیت پیش کیجئے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت میں کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم صرف قرآن ہی سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن کے علاوہ کسی حکم کے ثابت ہونے کے لئے سنت بھی ایک اہم دلیل ہوتی ہے۔ خان صاحب کے طرز پر سوچنے والا یہی کہے گا کہ جس طرح قرآن میں بت توڑنے کا حکم نہیں ہے اسی طرح شراب پینے سے منع کا حکم بھی نہیں ہے اور نہ بتوں کی پوجا سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ جس طرح قرآن میں اِکْسِرُوْا الْاَصْنَامَ ''بتوں کو توڑ دو'' نہیں آیا ہے اسی طرح لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ بھی نہیں آیا ہے اور وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ بھی نہیں آیا ہے۔ بتوں کی پوجا سے منع کرنا اور شراب پینے سے روکنا یہ دقیانوسی ملّاؤں کا کام ہے یہ احکام قرآن میں کہیں نہیں دیئے گئے ہیں۔ ہم خان صاحب سے اور ان کے ہمنواؤں سے کہیں گے کہ اس سوال کا ان کے پاس کیا جواب ہے؟ ہمارا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ جس طرح شراب پینے، شراب بیچنے، شراب خریدنے اور ان کے مٹکوں کو توڑنے کا حکم قرآن میں دلالۃً موجود ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بتوں کی عبادت سے منع اور ان کو توڑنے کا حکم بھی قرآن میں دلالۃً موجود ہے۔ قرآن کا کوئی حکم عبارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے۔ کوئی اقتضاء النص سے، کوئی دلالۃ النص سے اور کوئی اشارۃ النص سے، ان میں سے کسی طریقہ سے ثابت ہو قرآن کا حکم مانا جائے گا مثلاً کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسجد بنانے کا حکم قرآن میں نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا حکم دیا گیا تو اقتضاء النّص سے مسجد بنانے کا حکم بھی نکل آیا۔ اگر خان صاحب کے ذہن میں دلالتوں کی اقسام مستحضر ہوتیں تو مطلقاً یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ قرآن میں بتوں کو توڑنے کا حکم نہیں ہے۔ قرآن کی آیت ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شراب اور جوا اور یہ بت اور پانسے۔ یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

اس آیت میں دو لفظ خاص طور پر قابل غور ہیں ایک ہے ''رِجْسٌ'' جس کے معنی ہیں گندگی اس آیت میں کئی چیزوں کے ساتھ خمر یعنی شراب کو گندگی کہا گیا اور اس گندگی سے دور رہنے کے لئے اجتناب کا لفظ استعمال کیا گیا اب یہ دیکھئے کہ شراب پینے سے منع کرنے کے لئے کوئی صریح لفظ نہیں ہے اور نہ مٹکوں کو توڑنے کے لئے کوئی

لفظ آیا ہے۔لیکن اس آیت اوراس کے بعد والی آیت سنتے ہی لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے اور شراب خانے برباد کردیئے اور مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی۔ نبی ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں بلکہ وہ اسے ضائع کردیں۔بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کوتحفہ کیوں نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے اسے تحفہ دینے سے بھی منع کردیا ہے۔بعض لوگوں نے پوچھا ہم شراب کوسرکہ میں کیوں نہ تبدیل کردیں،آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایااورحکم دیا کہ اسے بہادو۔حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پراوراس کے پینے والے پراور پلانے والے پراور بیچنے والے پراور خریدنے والے پراورکشید کرنے والے پراورکشید کرانے والے پراورڈھوکر لے جانے والے پراوراس شخص پر جس کے لئے وہ ڈھوکر لے جائی گئی ہو۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں بنی ثقیف کے ایک شخص رویشد نامی کی دکان اس بناء پرجلادی گئی کہ وہ خفیہ طور پرشراب بیچتا تھا۔ایک دوسرے موقع پرایک پورا گاؤں حضرت عمرؓ کے حکم سے اس قصور پرجلا ڈالا گیا کہ وہاں خفیہ طریقہ سے شراب کی کشید وفروخت کا کاروبار ہورہا تھا۔ یہ سب باتیں آیت میں فَاجْتَنِبُوْا سے نکلی ہیں اورحضور ﷺ کا ارشاد اورعمل اورصحابہ کا عمل دراصل حکم اجتناب کی شرح ہیں۔ اس بناء پرکوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ شراب پینے سے منع کرنے کا حکم اورشراب کے مٹکوں کوتوڑنے کا حکم اورشراب خانہ کوبربادکرنے کا حکم قرآن میں سرے سے موجود نہیں ہےاس کے بعداس آیت پرغور کیجئے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (الحج:۳۰)

ترجمہ:سوبچتے رہوبتوں کی گندگی سے۔

اس آیت میں ایک چیز کورجس کہا گیااوراس سے بچنے کے لئے لفظ اجتناب استعمال کیا گیا۔ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ شراب کو رِجْسٌ کہا گیااوراس سے بچنے کے لئے اجتناب کالفظ استعمال ہوا۔سوال یہ ہے کہ جب شراب سے اجتناب میں شراب سے متعلق نصف درجن سے زیادہ چیزوں سے بچنے کاحکم شامل ہےحتی کہ مٹکوں کوتوڑنااورشراب خانوں کوجلانا۔توکیااس طرح بتوں کی گندگی سے اجتناب میں کیا کچھ شامل نہیں ہوسکتا۔ کیا بتوں اورمجسموں کوکوئی اگر پوجے نہیں تو اپنے گھرمیں انہیں بناسنوار کر کے رکھنا،اس کی نمائش کرنا،انہیں تراشنا اور بحفاظت رکھنا جائز ہوگا؟ اورحکم اجتناب کے خلاف نہ ہوگا؟ اورکیاحکم اجتناب میں بتوں اورمجسّموں کوتوڑ پھوڑ کرکے پھینکنا شامل نہ ہوگا؟اسی طرح اگرچہ کہ لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ قرآن میں نہیں آیا ہےاورنہ یہ آیا ہے کہ بتوں کوتوڑولیکن قرآن سے بتوں کے توڑنے کاحکم اقتضاءالنص اوردلالۃ النص سے ثابت ہے۔

اس بناء پر مطلق قرآن میں نہ ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے سورۂ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے کہ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ. (ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کو پوجیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور بتوں کی عبادت سے دور رہنے میں یہ بات ہمیں شامل نظر آتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی عبادت نہیں کی اسی طرح انہوں نے ان کا کوئی احترام نہیں کیا بلکہ انہوں نے بے حرمتی کی اور ان بتوں کو توڑ کر کے رکھ دیا۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ○ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ○ (الانبیاء:۵۷،۵۸)

ترجمہ: اور قسم اللہ کی میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا چنانچہ اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

اس آیت کے ساتھ سورہ ابراہیم کی (آیت ۳۵) اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ...... والی آیت ملا کر کے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بتوں کی عبادت سے دور رہنے میں جس طرح بتوں کی پوجا نہ کرنا ہے اسی طرح اس میں بتوں کو توڑنا بھی شامل ہے۔ اس کے برخلاف بتوں کی پوجا نہ کرنا لیکن بتوں کا احترام کرنا، ان کو بیش بہا ورثہ سمجھنا، ان کو بحفاظت رکھنا یہ سب چیزیں بتوں کی عبادت سے دور رہنے کی ضد ہیں۔ بتوں کا توڑنا، بتوں کی گندگی سے دور رہنے اور بتوں کی عبادت سے دور رہنے کا ایک اہم جز ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بذات خود کعبۃ اللہ کے بتوں کو توڑنے اور عرب کے دوسرے علاقوں میں بتوں کو تڑوانے کا عمل بھی اس میں شامل ہے اور اس کی تفسیر ہے۔

ان حقائق کے بعد بھی کوئی اگر یہ کہتا ہے کہ قرآن میں بتوں کو توڑنے کا حکم نہیں ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ قرآن سے کوئی ایک آیت ایسی پیش کیجئے جس میں بتوں کو بحفاظت باقی رکھنے کا حکم ملتا ہو۔ یا کوئی ایسی آیت پیش کیجئے جس سے بتوں کی حفاظت کرنے اور اپنے گھر میں رکھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہو یا استحباب سمجھ میں آتا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کس بات پر غصہ ہو رہے ہیں؟

یہ بات کہ ''اسلام کا طریقہ دلوں سے بت پرستی کو ختم کرنا ہے نہ کہ پتھر کے مجسّموں کو توڑ کر ختم کرنا'' یہ بات آخر کس آیت قرآنی اور کس حدیث رسول سے ثابت ہے کہ صرف دلوں سے بت پرستی کو نکالنا اسلام کا طریقہ اور اسلام کا مقصود ہے؟؟ اور مظاہر شرک چاہے وہ بتوں کی شکل میں ہوں ان سے تعرض کرنا نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات بھی لاعلمی کی ایک دلیل ہے ورنہ قرآن میں سورہ مائدہ کی ابتدائی آیات پر نظر ہوتی اور ان ارشاداتِ نبوی ﷺ پر جن میں تصویر بنانے اور قبروں کو پختہ کرنے سے منع کیا گیا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی کہ جس طرح سے دلوں سے بت پرستی کو نکالنا اسلام میں مقصود ہے اسی طرح خارج میں شرک، مظاہر شرک اور ذرائع شرک کو ختم کرنا بھی مقصود ہے ورنہ سارے عرب سے بتوں کو توڑ کر پھینکنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

خان صاحب نے اپنی بات کو سمجھانے کے لئے جو یہ بات کہی کہ

> ''قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم تو دیا گیا ہے لیکن بے نمازیوں کو مارنے کا حکم نہیں ہے اگر کوئی بے نمازیوں کو مارے تو وہ قرآنی حکم کی تعمیل نہیں ہوگی بلکہ وہ قرآن کے نام پر سرکشی ہوگی۔''

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس مثال کا اصل مسئلہ سے کوئی جوڑ نہیں ہے دوسری بات یہ کہ بے نمازیوں کو مارنا قرآنی حکم کے خلاف ہے تو اسلامی قانون میں بے نمازیوں کے لئے سزا کیوں متعین کی گئی ہے؟ حتیٰ کہ فقہائے مالکیہ اور شافعیہ نے بے نمازی کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے اور حنفیہ کے نزدیک بے نمازی کو قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے یا مر جائے۔ کیا فقہاء کے فیصلے قرآن کے مغائر ہیں اور اگر نہیں ہیں تو کیوں؟ خان صاحب کے برخلاف قرآن میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا اس حکم کا تقاضا ہے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو سزا دی جائے اس کی تائید دوسرے شرعی دلائل سے ہوتی ہے۔ نماز پڑھو اور نماز قائم کرو میں یہ فرق ہے جس کو خان صاحب ملحوظ نہیں رکھ سکے۔

خان صاحب جو بات ثابت کرنا چاہتے تھے اس میں نبی ﷺ کی بت شکنی فتح مکہ کے بعد ایک رکاوٹ بن رہی تھی اور اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں تھا اس لئے الفاظ کی جادوگری سے کام نکالنا چاہا اور یہ فرمایا کہ

> ''کعبہ کے اندر رکھے ہوئے بتوں کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا تھا وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بت شکنی کا معاملہ نہ تھا بلکہ کعبہ کی تطہیر کا معاملہ تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کعبۃ اللہ سے اہل شرک کے ناجائز قبضہ کو ختم کر کے دوبارہ اس کو اہل توحید کے حوالے کر دیا جائے۔''

سوچئے کہ بت شکنی اور تطہیر میں کیا کوئی تضاد ہے کہ ''بت شکنی ہوگی تو تطہیر نہیں ہوگی اور تطہیر ہوگی تو بت شکنی نہیں'' آخر یہ بات کیوں نہ مان لی جائے کہ تطہیر کی گئی بت شکنی کے ذریعہ۔ اور اگر کعبہ میں بت باحترام و

بحفاظت باقی چھوڑے گئے ہوتے تو تطہیر نہیں ہوسکتی تھی۔تطہیر کو ماننا اور بت شکنی کے واقعہ کا انکار کرنا ایک ایسی منطق ہے جو کم سے کم اس دور کے لوگوں کو سمجھ میں نہیں آسکتی۔ممکن ہے زمانہ آگے مزید ''ترقی'' کرے اور خان صاحب جیسے لوگ کچھ اور ''دانشور'' عصری علوم کے ماہر پیدا ہوں وہ سمجھ سکیں۔دوسری بات اگر کعبہ میں خان صاحب کے ارشاد کے مطابق صرف مشرکین کا قبضہ ختم کرنے کے لئے بت توڑے گئے تو اگر طالبان نے غیروں کا قبضہ ختم کرنے کے لئے ہی بتوں کو توڑا ہو تو کیوں بے جا ہے؟ اور کیوں غیر اسلامی فعل ہے؟ اس لئے کہ اغیار تو اغیار خاں صاحب بھی مجسموں کو ملکیت میں ساری دنیا کو شریک سمجھتے ہیں یہ تو اچھا ہوا کہ افغانیوں نے مجسموں کو توڑ کر اس فتنہ کو ختم کر دیا۔ورنہ دنیا کے دوسرے ملکوں کو یہ نکتہ سمجھ میں آ گیا ہوتا تو وہ افغانستان کے ایک علاقہ پر اپنا حق جتاتے اور وہاں جا کر کے اپنا اڈہ قائم کرتے اور ظاہر ہے اس اڈہ تک پہنچنے کے لئے ایک کشادہ سڑک بھی بنانی پڑتی۔اس طرح افغانستان کا ایک بڑا حصہ غیروں کے قبضہ میں چلا جاتا پھر ایک ائیر پورٹ بھی بنانا پڑتا تاکہ ساری دنیا کے لوگ وہاں پہنچ سکیں اس طرح پورے افغانستان پر دوسروں کا پھر قبضہ ہو جاتا۔

آگے خاں صاحب نے مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا جو دعویٰ ہے اس کی بنیاد جس نظریہ کو بنایا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور مسلمانوں کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔اور یہ فرمانا:

> ''اس نظریہ کو نہ مانا جائے تو مسجد اقصیٰ یا اس کی سائٹ صرف یہودیوں کی ملکیت قرار پائے گی اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ تسلیم کرنا ممکن نہ ہوگا۔''

یہ بات انتہائی خطرناک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی کم فہمی کا ثبوت ہے اصل یہ ہے کہ مسلمان حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہیں ہم مسلمان اس کو نہیں مانتے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث یہودی ہیں۔ان کے وارث تو صحیح معنی میں وہ لوگ ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لائے ہیں یہی وہ حقیقت ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک موقع پر فرمایا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں۔

خان صاحب نے طالبان کا عقیدہ جس انداز میں بتایا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاں صاحب کے عقیدہ کے مطابق جن مجسموں کی پرستش جائز نہ ہو ان کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔بہرصورت موصوف کا جو بھی عقیدہ ہو لیکن موصوف کو یہ الفاظ تو نہیں لکھنا چاہئے تھا کہ

> ''افغانستان کی کسی حکومت کو زیادہ سے زیادہ کوئی حق دیا جاسکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ اعلان کر دے کہ جو ملک چاہے ان کو اٹھا کر اپنے یہاں لے جائے۔مگر تاریخی اہمیت کے ان مجسّموں کو برباد کرنے کا حق کسی ملکی

حکومت کو ہرگز نہیں۔''

موصوف کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس عقیدہ کے مطابق مجسموں کو چاہے وہ تاریخی ہوں یا غیر تاریخی فروخت کرنا جائز نہیں ہے اسی عقیدہ کے مطابق ان کو تحفتاً دینا بھی جائز نہیں ہے اور مجسمہ سازی یا مجسموں کو بحفاظت رکھنے میں تعاون دینا بھی جائز نہیں ہوگا۔ اس لئے مجسّموں کو منتقل کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کو سہولت دینے میں وہ کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟

یہ مختصراً ان چند دلائل کا پوسٹ مارٹم ہے جن کی بنیاد پر خان صاحب نے طالبان کے عمل کو غیر اسلامی بتایا ہے۔ بقیہ دلائل کو بھی انہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کی کیا حقیقت ہوگی؟ اور کچھ باتوں پر مثلاً بتوں کو گالی نہ دو یا لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ پر ہم دوسرے لوگوں کا جواب دیتے ہوئے گفتگو کر چکے ہیں۔

